بشیر حسین ناظم

پرویزیت........ تجزیہ و مشاہدہ

(ملک معراج خالد کے نام کھلا خط)

محترم ملک صاحب! ہمیں ایک مدت سے معلوم ہے کہ آپ چودھری غلام احمد پرویز کے ارادت مند اور پکے عقیدت مند ہیں اور پرویز صاحب کی معتزلانہ لکیدات و حیلہ گریاں آپ کے دل میں گھر چکی ہیں۔ آپ ان کی وفات کے بعد ان کی برسی کے موقع پر ان کی قبر پر پھول چڑھانے کے لئے آتے جاتے ہیں۔ پچھلے سال جو جشن پرویزیت منعقد ہوا اس میں آپ باقاعدہ ایک مرید خاص کی شان سے شریک ہوئے (طلوع اسلام میں چھپنے والی تصاویر شاہد ہیں) آپ کے ساتھ نام نہاد مفتیٔ دوراں طارق عزیز صاحب بھی تھے۔

چودھری غلام احمد پرویز کا شجرۂ علم و ادب اور سلسلۂ اسلامیات و دینیات بلکہ تلمذ خاص اسلم جیراج پوری، سرسید احمد خان، مرزا حیرت دہلوی اور بانی فرقہ معتزلہ واصل بن عطاء سے ملتا ہے۔ واصل بن عطاء خواجہ حسن بصری کے تلامذہ میں سے تھا اور عفریت عقل و خرد کے پنجے میں جکڑا رہنے میں سکون و اطمینان محسوس کرتا تھا۔ واصل بن عطاء کے اعتقادات نے بڑے بڑے دانشوروں کو فلسفیانہ دلائل و مباحث میں الجھایا اور حکومت وقت کے ارباب بست و کشاد کو اعتقادی طور پر ہلا کے رکھ دیا۔ ائمۂ حق کے لئے نہ صرف مشکلات پیدا کیں بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل کو مسئلۂ خلق قران تسلیم نہ کرنے کے جرم میں المناک سزائیں دلوائیں۔ انسان کے مختار مطلق اور مجبور محض ہونے کے عنوان پر بحثیں شروع کرائیں۔ قرآن خلق ہے یا غیر مخلوق؟ اگر مخلوق ہے تو اس کا درجہ مخلوق میں کیا ہے؟ خدا عادل ہے تو سزائیں کیسی اگر عادل نہیں تو خدائی صفات میں اس صفت کا اضافہ کیوں؟ اس قسم کے سوالات اس دور کے مسلمانوں میں ابھرے۔ اسی عہد میں مسلمانوں نے فلسفۂ یونان کو اسلام کی آنچ دیکر اس کا تزکیہ تو کر دیا لیکن اس نے اسلام کی سادہ تعلیمات کو قائم نہ رہنے دیا۔ معتزلہ کے کئی گروہ تھے جنہوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے بصرہ، بغداد، مراکش اور ایران میں بڑی بڑی درس گاہیں قائم کر رکھی تھیں لیکن ان مدارس کے درمیان ایسے اختلافات پیدا ہوئے کہ ان میں نت نئے فرقے فروغ پاتے رہے۔

فرقۂ معتزلہ کے بانی واصل بن عطاء ایرانی الاصل تھے۔ انہوں نے قرآن کی ہدیت کی دلیل کو ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اس بات پر اڑے رہے کہ چونکہ خدا کی صفات میں ایک صفت حکمت بھی ہے مگر یہ حکمت خدا نے پیدا نہیں کی بلکہ خدا کے ساتھ مشروط ہے، مگر یہ حکمت خدا بھی نہیں کہلا سکتی۔ واصل بن عطاء اور خواجہ حسن بصری کے درمیان عقلیات کے موضوع پر مباحث بھی ہوتے رہتے تھے۔ خواجہ صاحب واصل کو فلسفیانہ موشگافیوں سے گریزاں رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے مگر اس نے آپ کی تلقین کو درخور اعتنانہ

سمجھا۔ خواجہ حسن بصری نے اسے اپنے حلقۂ درس سے نکال دیا اور فرمایا کہ واصل بن عطاء اعتزال کا شکار ہو گیا ہے یعنی صحیح معیار سے الگ ہو کر عقل کو دین کے معاملے میں معیار مقرر کرتا ہے۔ جو دین کے منافی ہے۔ اس وقت سے واصل بن عطاء کے ساتھ معتزلہ کا لفظ اس کے عمل کی وجہ سے التصاق کر گیا اور ایک نیا فرقہ وجود میں آیا۔ شروع شروع میں فرقۂ معتزلہ، جس کا آخری قالب پرویزیت ہے، کے بانی واصل بن عطاء نے جن عقائد کی تبلیغ کی وہ کچھ اس طرح کے تھے۔

(۱) گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں مومن ہے۔(یہ عقیدہ پرویزصاحب کو طبعاً اور عقلاً قبول تھا)

(۲) جو شخص زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرے اس کا ایمان بغیر عمل کے مکمل ہے (یہ عقیدہ بھی پرویزیت کی ساس ہے)۔

انسان اپنے اعمال و افعال کے لئے آخرت میں جوابدہ نہیں، کیونکہ انسان اپنے افعال پر مختارِ مطلق نہیں، جو مختار ہو صرف اس کی جوابدہی ہو سکتی ہے۔

واضح رہے کہ واصل بن عطاء پہلے "قدری" تھے مگر جب "جبریہ" کے خلاف زبردست مہم شروع ہوئی تو ان کی طرف سے دفاع کرتے رہے یہاں ایک نقطۂ خاص بتاتا چلوں کہ چودھری پرویز صاحب نے ہمیشہ احناف، شوافع، مالکہ اور حنابلہ کو فرقے سمجھ کر خوب ہدف تنقید ٹھہرایا اور بعد میں عبدالوحید خان جو ایوب خانی دور میں مرکزی وزیر تھے نے بھی ان مذاہب اربعہ پر خوب تنقید کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا۔ اب دیکھیئے معتزلہ جس کا آخری ظہور چودھری غلام احمد پرویز تھے نے کتنے فرقے پیدا کئے جو بعد میں مستقل فرقوں کی حیثیت اختیار کر گئے۔ ان کے فرقوں کے نام یہ ہیں۔

قدریہ، ہذیعہ، عثیہ، عقاتلیہ، واہمہ، جبائیہ، کعیہ، نظامیہ، معمریہ، معتمریہ، ثمامیہ، حاشیہ، سلاحیہ، شمیہ، حلولیہ، الحاخطیہ، کرامیہ، تجاریہ، کلابیہ، خراریہ، جبرولیہ، مزداریہ، حاکلیہ، اسکائیہ، سواریہ، جعفریہ، حماریہ وغیرہم۔

چودھری غلام احمد پرویز کو فرقہ معتزلیہ کےان فرقوں کا علم ہوتا تو سرپیٹ کے رہ جاتے اور حضرت امام ابو حنیفہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل جو امت محمدیہ کے شموس و احتماز ہیں پر تنقید نہ کرتے۔

چودھری غلام احمد پرویز میرے بزرگ دوستوں میں سے تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۶۰ء میں ان کے حلقۂ ارادت میں فیلڈ مارشل محمد ایوخان، لیفٹیننٹ جنرل مجیب الرحمان، ریٹائرڈ سیکرٹری اطلاعات و نشریات اور محترم حاجی حبیب الرحمان سابق انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کے علاوہ گلبرگ لاہور کے بہت سے نودولتیے شامل تھے۔ فیلڈ مارشل ایوب خان چودھری پرویز کی مالی مدد کرتے تھے اور مجیب الرحمان صاحب جو بعد میں جرنیل ہوئے ان کا لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔ پاکستان نیشنل سنٹر کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر ملک روئف بھی اس کام پر مامور تھے۔ چوہدری صاحب کی باتیں بڑی ہیچ دار اور گنجلک ہوتیں جس عیاری اور

ہوشیاری سے وہ لوگوں کو مسحور کرتے۔ وہ اپنی مثال آپ تھے ان کے دام فریب میں اکثر وہ لوگ آتے جو شرع و دین کے بنیادی اصولوں سے بے بہرہ ہوتے۔ پرویز صاحب موسیقی کے بڑے رسیا تھے۔ گٹار اور ستار بہت اچھا بجاتے تھے۔ اپنا شوق پورا کرنے کے لئے اتوار کے علاوہ کسی دن محفل موسیقی کا اہتمام ۲۵ بی گلبرگ میں کرتے۔ وہاں کبھی کبھی میں بھی جایا کرتا ایک دن مجھے کہنے لگے "کیا میری باتیں اتنی ہی غیر موثر ہیں جو آج تک تم پر اثر کار نہیں ہو سکیں"۔ میں نے جواباً کہا چودھری صاحب...... آپ کے مریدوں میں بڑے بڑے فیلڈ مارشل، جرنیل، پولیس افسر اور ڈاکٹر (صلاح الدین اکبر) شامل ہیں۔ ان کی موجودگی میں اپنے آپ کو آپ کے حلقۂ مریدین میں شامل کرنا آپ کی توہین سمجھتا ہوں۔ اس پر پرویز صاحب نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور کہا تمہیں حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھنے کا ایک فائدہ تو ہوا میں نے کہا الحمدللہ۔

محفل ختم ہوئی تو مجھے کہنے لگے کل اتوار ہے اور ہمارے ہاں مجلس مذاکرہ ہے۔ جہاں مذہبی و دینی اور ثقافتی مسائل زیر بحث آئیں گے آپ ضرور آئیں۔ میں نے اپنی شرکت یہ کہہ کر مشروط کر دی کہ میں مذاکرے میں ایک سامع اور ناظر کی حیثیت سے بیٹھوں گا۔ چنانچہ میں اپنے ایک دوست ملک سعید کو جن کا پرویز صاحب سے ابتذال کی حد تک مذاق تھا لے کر ۲۵ بی گلبرگ پہنچ گیا۔ مذاکرے کے آغاز میں ابھی کچھ وقت تھا میں نے پرویز صاحب سے باتمکین لہجے میں کہا جناب عالی پچیس لاکھ کی جو گرانٹ فیلڈ مارشل سے آپ کو ملی ہے اس سے ہمیں بھی چائے کی پیالی پلا دیجیئے۔ پرویز صاحب نے جھلا کر اپنے نوکر سے کہا کہ لاؤ یار اس زہر میں سے ان کے آگے بھی کچھ رکھو۔ ملک سعید اور میں چائے پیتے رہے لوگ آ کر کرسیوں پر بیٹھتے گئے۔ ساڑھے دس بجے صبح مذاکرہ شروع ہوا لوگوں نے کچھ فقہی مسائل اٹھائے۔ ہم جوابات سنتے رہے اور لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ پرویز صاحب کی فقہی میدان میں نافہمی بھی ہمارے دلوں پر ثبت ہوتی گئی۔ آخر میں ایک نہایت ہی خوش گل خوبصورت اور مہوش محترمہ نے پرویز صاحب سے درخواست کی کہ وہ ان سے تخلیہ میں کوئی بات پوچھنا چاہتی ہیں۔ پرویز صاحب نے فرمایا "محترمہ ایسے مذاکرات ہمارے ہاں اس لئے منعقد ہوتے ہیں کہ ان میں مسائل پر بحث و تمحیص کے بعد ہر کوئی فائدہ اٹھائے۔ محترمہ نے بہت اصرار کیا لیکن پرویز صاحب سب کے سامنے ان کے سوال کا جواب دینے پر مصر رہے۔ آخر وہ کرہاں ماری بول اٹھی کہ میرے میاں مجھ سے خوابگاہ میں لطف اٹھانے کے رسیا ہیں۔ مجھے غسل کرنا ہوتا ہے اور میرے بال خراب ہو جاتے ہیں اور حجام ان کی اصلاح کے لئے اچھے خاصے پیسے لیتے ہیں اس کا کوئی مداوا کیجیئے۔ اب ملک معراج خالد صاحب اپنے نام نہاد مفسر قرآن کا فتویٰ سنیں۔ پرویز صاحب نے بغیر کسی تکلف کے فرمایا۔ محترمہ آپ گردن سے نیچے نیچے پانی بہا لیا کریں۔

یہ وہ رخصتیں تھیں جن سے پرویز صاحب نے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ ربانی کے احکام کا استہزاء اور مذاق اڑایا اور اسلام اور تاریخ اسلام کے مسلمات سے انکار کیا۔

ملک معراج خالد صاحب کی اطلاع کے لئے یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ چودھری غلام احمد پرویز صاحب علماء سے کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے چھپواتے تھے۔ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ پرویز صاحب کو یہ شوق پیدا ہوا کہ لوگوں پر اپنی عربی دانی کی دھاک بٹھانا چاہئے چونکہ وہ خود تو واجبی سی عربی جانتے تھے اس لئے انہوں نے ہمارے بزرگ دوست حضرت علامہ عبدالرحمن طاہر سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس دور کے علوم عربیہ کے نابغہ تھے رابطہ کیا کہ وہ انہیں لغات القرآن لکھ دیں۔ علامہ عبدالرحمان طاہر سورتیؒ صاحب ان دنوں بے کار تھے۔ ان کا پرویز صاحب سے تین سو پینسٹھ روپے ماہوار پر لغات القرآن لکھنے کا معاہدہ ہوا۔ لغات القرآن تقریباً ساڑھے آٹھ ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر پرویز صاحب اور مؤلف لغات القرآن حضرت عبدالرحمن طاہر سورتی میں نزاع پیدا ہو گیا۔

پرویز صاحب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا سمجھتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو آیت اللہ سمجھنے میں ان کو عقل اجازت نہیں دیتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ابن مریم کے باب کو لغات القرآن سے جیسا کہ سورتی صاحب نے لکھ کے دیا تھا نکال کر اپنے نام سے چھپوا لیا اور اس پر لکھوایا "چودھری غلام احمد پرویز کی عمر بھر کی عربی دانی کا نچوڑ" عبدالرحمن طاہر سورتی مرحوم نے ابن مریم کے نام سے علیحدہ ایک پمفلٹ چھپوا دیا جس میں مسلمانوں کا عقیدہ اجاگر کیا گیا تھا۔

علاوہ ازیں حکیم الامت علامہ اقبال کے کلام بلاغت نظام کی غلط تعبیریں کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

تاریخی مسلمات سے اعراض پر وہ خوشی محسوس کرتے تھے اور اس اعراض کا مقصد ایک گونہ اپنی مشہوری ہوتی تھی۔ ظاہر ہے جب تک کوئی شخص کوئی فتنہ زائی نہ کرے نام نہاد پڑھے لکھے لوگوں میں عزت نہیں پا سکتا،

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پرویز صاحب کو بڑی عقیدت و محبت تھی اور وہ انہیں "شہکار رسالت" کے نام سے موسوم کرتے۔ لیکن ان کی حیات طیبہ کے معروف گوشے پر تمام تاریخی شواہد اور حقائق کا انکار کرتے، یعنی انکے ایمان لانے کے معروف حقائق کی تکذیب کرتے رہے۔ پنجابی میں مشہور ضرب المثل ہے "عقلاں باہجوں کھوہ خالی"

اس سے اندازہ کر لیجیئے کہ پرویز صاحب نے اس حقیقت کے انکار سے قاریوں کے کتنے معصوم ذہن مسموم کئے ہوں گے۔

جہاں تک ان کے مفسر قرآن ہونے کا تعلق ہے (ملک صاحب انہیں مفسر قرآن تسلیم کرتے ہیں) وہ بھی سب پر ظاہر و باہر ہے۔ ان کی عقلی تفسیر انہیں اس موڑ پر لے جاتی ہے جہاں وہ احکم الحاکمین کی بے مثال تکوینی و خلاقی و ابداعی طاقت کا انکار کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا دعویٰ ہے کہ لشکر ابرہہ ابابیلوں کی چونچوں سے گری ہوئی کنکریوں سے تباہ و برباد نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں ایک قسم کی وباء پھیل گئی تھی۔ اب اہل اسلام ان کی بودی عقلی دلیل کو مانیں کہ اللہ تعالیٰ کے قادر و قوت کل ہونے کے ارشاد کا انکار کر

دیں۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو پروردگار عالم جل جلالہ نے آگ کو حکم دیا "اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر اس طرح ٹھنڈی ہو جا کہ اس ٹھنڈک میں سلامتی بھی ہو" یہاں ملک صاحب کے مفسر قرآن نے اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے جو اس کا ہر حکم ماننے کے لئے ہے اور اس کے حکم سے سر مو سرتابی نہیں کر سکتی۔ مفسر قرآن پر عقل مسلط ہو گئی اور اس کی تفسیر یہ کی کہ آگ کا خاصہ ہی جلانا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ دہکتی آگ کے اثر سے کوئی چیز محفوظ رہ سکے۔ یہ آگ نہیں تھی بلکہ آگ سے مراد وہ فتنے تھے جو حضرت ابراہیم اور دین حنیف کے خلاف اٹھے۔ پرویز صاحب کی کم سوادی دیکھیئے۔

جب خداوند قدوس ہر چیز کا مالک ہے اور تمام مخلوق کا خالق ہے اور حضرت ابراہیم کے خلاف تمام شورشوں اور فتنوں کو ختم کر سکتا ہے تو آگ کی ماہیت و خاصیت بدلنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اسلام کے دشمنوں نے اہل اسلام میں باہمی کشید گی، افتراق اور تشتت پیدا کرنا اپنا فخر سمجھا ہے اور یہ فریضہ فرقہ معتزلہ نے پوری آب و تاب سے سرانجام دیا ہے۔ واصل بن عطا کے معتزلانہ خیالات فاسدہ نے ہندوستان میں فرقہ "اہل قرآن" میں حلول کیا۔ جس نے حدیث رسول کا سرے سے انکار کر دیا۔ اس فرقے کا بانی ضلع میانوالی کے ایک گاؤں چکڑالہ کا باشندہ عبداللہ چکڑالوی تھا۔ عبداللہ چکڑالوی نے دہلی میں علم حدیث کی تکمیل کی۔ دہلی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد "غلام نبی" المعروف عبداللہ چکڑالوی لاہور میں قیام پذیر ہو گیا۔ اس زمانے میں لاہور اعتقادی کش مکش کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انگریز کے پھیلائے ہوئے فکری اور نظریاتی فرقے آزادی سے اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں مصروف عمل تھے۔ عبداللہ چکڑالوی نے بھی اس شہر کی فضاء کو اپنے مشن کے موافق پا کر عوام الناس کی معمولی کوتاہیوں پر انہیں کافر قرار دینا شروع کیا۔ وہ لاہور میں "مسجد چینیاں والی" کے خطیب مقرر ہوئے تو احادیث اور قرآن میں موازنہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اعلان کر دیا کہ جب قرآن ایک مکمل کتاب ہدایت ہے تو حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ "مسجد چینیاں والی" کے نمازیوں نے اس کی اس فتنہ پرور جرأت پر اسے مسجد سے نکال دیا۔ مسجد سے اخراج کے بعد عبداللہ چکڑالوی کا ایک معتقد و مقتدی محمد بخش عرف چٹو ٹیوبلی اسے سریانوالے بازار اپنے ہاں لے گیا۔ کچھ عرصہ بعد "چٹو ٹیوبلی" بھی عبداللہ چکڑالوی کا ساتھ چھوڑ گیا۔ بعد ازاں اسے کسی نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا۔

عبداللہ چکڑالوی کے پیروکاروں نے گوجرانوالہ، گجرات میں اپنے مراکز قائم کئے۔ عبداللہ چکڑالوی کے معتقد اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے اور ان کا ایک فرقہ "دتے شاہی" صرف تین نمازیں ادا کرتا اور دو نمازوں کو حدیثی نمازیں کہہ کر چھوڑ دیتا۔ موجودہ دور میں غلام احمد پرویز اس مکتب فکر کے ترجمان ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود)